# سورۃ عبس (آیات 15–28): لغوی، تفسیری اور تقابلی مطالعہ — تخلیق سے بعثِ آخرت، قرآن کی حفاظت، اور رزق وتدفین کے مظاہر (بالخصوص تفسیرِ حقانی کی روشنی میں)

# Surah ʿAbasa (Verses 15–28): A Linguistic, Exegetical, and Comparative Study — From Creation to Resurrection, the Preservation of Revelation, and the Manifestations of Provision and Burial (with Special Reference to Tafsīr Ḥaqqānī)

**Zaheer Ud Din**
*MPhil Scholar, Department of Islamic Studies,*
*University of Agriculture, Peshawar*
*Email: aupzaheer@gmail.com*
**Dr. Syed Naeem Badshah**
*Co-Supervisor Department of Islamic Studies,*
*University of Agriculture, Peshawar*
*Email: syenbs@aup.edu.pk*

**Abstract**
This paper presents a linguistic, exegetical, and comparative study of Surah ʿAbasa (15–28), focusing on its theological, ethical, and cosmological themes. The opening verses, *"bi-aydī safarahin kirāmin bararah"*, highlight the exalted status of the angelic scribes entrusted with revelation. A philological inquiry into *safarah* and *bararah*, supported by sources such as *Lisān al-ʿArab* and *Tāj al-ʿArūs*, demonstrates their semantic richness, while exegetical debates concerning whether *safarah* refers to angels, companions, or reciters enrich the interpretive landscape.
The declaration *"qutila al-insān mā akfarah"* conveys divine censure of human ingratitude, with commentators differing over whether it refers to mankind in general or to specific disbelievers. The subsequent depiction of human creation from a *nuṭfah* (drop of fluid) is linked to prophetic traditions about embryonic stages and divine decree. The verse *"thumma al-sabīla yassarahu"* is examined through dual interpretations—ease of birth and facilitation of the moral path—while *"thumma amātahu fa-aqbarahu thumma idhā shāʾa ansharahu"* encompasses mortality, burial, and resurrection, elaborated through Tafsīr Ḥaqqānī's insights.
The study also offers a comparative excursus on burial rites across religious traditions (Zoroastrian, Jewish, Christian, and Hindu), underscoring the distinctive wisdom of Islamic burial practices. The

Qur'an's guarantee of preservation (Q 15:9) is contrasted with the textual corruption of earlier scriptures, a theme emphasized by al-Rāzī.
The closing verses direct humanity to reflect upon its sustenance, from rainfall and fertile soil to diverse agricultural produce. By uniting reflections on **creation, provision, and eschatology**, the passage frames a coherent theological narrative that emphasizes gratitude, humility, and accountability before God.
**Keywords:** Surah ʿAbasa; Qur'anic exegesis; Tafsīr Ḥaqqānī; human creation; burial rites; resurrection; preservation of scripture; provision; eschatology

## تمہید:

یہ مقالہ سورۃ **عبس** کی آیات 15–28 کا کثیر الجہتی جائزہ پیش کرتا ہے جس میں لغوی تحقیق، کلاسیکی و معاصر تفاسیر، اور تقابلی مباحث کو یکجا کیا گیا ہے۔ ابتدا میں "**بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ** "کے تحت ملائکہ کاتبین کی توقیر اور اوصاف بیان ہوتے ہیں؛ یہاں **سَفَرَة** اور **بَرَرَة** کے مادّی و معنوی پہلو لسان العرب، تاج العروس وغیرہ کے حوالے سے واضح کیے گئے ہیں اور "سفرہ" کے مصداق پر اقوال (ملائکہ / صحابہ / قراء) کا تقابلی بیان درج ہے۔

"**قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ** "میں انسان کی ناشکری پر تعجبیہ اسلوب کی توضیح، "**الإنسان** "کے عموم / خصوص (کافرِ نوعی یا عتبہ بن ابو لہب) کے احتمالات اور مفسرین کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد "**مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ... مِنْ نُطْفَةٍ** "میں تخلیقِ انسانی کے مراحل، حدیثِ اَطوارِ ثلاثہ اور قلمِ تقدیر (رزق، اجل، عمل، شقی / سعید) کی روایت سے ربط دکھایا گیا ہے۔ "**ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ** "کو ولادتی راستے کی آسانی اور راہِ ہدایت / ضلالت — دونوں معانی پر نقل و ترجیح کے ساتھ بحث کی گئی ہے، جب کہ "**ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ** "میں موت، قبر و برزخ، اور بعثِ بعد الموت کے عقائد کو تفسیرِ حقانی کے اقتباسات کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

تقابلی مذہبی روایات میں تدفین / آخری رسومات (زرتشتی دَخمہ، یہودی و مسیحی تدفینی طریق، ہندو رسمِ سوز) کا مختصر تعارف دیا گیا اور اسلامی طریقِ دفن کی حکمتیں اجاگر کی گئیں۔ اسی ذیل میں **قرآن کی حفاظت** (سورۃ حجر:9) اور سابقہ کتب میں تحریف کے اسباب اور صورتیں (رازی وغیرہ) کو علمی انداز میں سمیٹا گیا ہے۔

آخری حصے میں "**فَلْيَنْظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ** "کے تحت خارجی آیات — بارش کے موسمیاتی نظام "**أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا** —" اور زرعی نعمتوں "**فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا**

وَقَضْبًا "…کی لغوی و تفسیری توضیح کے ساتھ حب / قضب کے مصادیق (غلّہ و چارہ) واضح کیے گئے ہیں۔ یوں سورت کا پیغام ایک مربوط قوس میں سمٹتا ہے: **انسان اپنی اصل، اپنے انجام اور اپنے رزق—تینوں میں رب کی ربوبیت پہچانے، شکر کرے اور ذمہ داری نبھائے۔**

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ۔ كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ۔ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ۔ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ۔ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ۔ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ۔ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ۔ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ۔ فَلْيَنْظُرِ الْإِنسَانُ إِلَى طَعَامِهِ۔ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا۔ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا۔ وَعِنَبًا وَقَضْبًا۔

ترجمہ: پاک ہیں وہ (لوگ) جو (صحیفوں میں لکھنے والے ہیں) معزز ہیں اور نیکو کار ہیں۔ قتل ہو انسان، کیسا ناشکرا ہے! اسے کس چیز سے پیدا کیا؟ ایک نطفہ سے پیدا کیا، پھر اس کی تقدیر بنائی۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا۔ پھر اسے مارا، پھر قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے گا، اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔ ہر گز نہیں، انسان نے وہ کام نہیں کیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا۔ اب انسان اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔ ہم نے پانی کو خوب برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو چیر کر اگایا۔ پھر ہم نے اس میں غلہ پیدا کیا، اور انگور، اور ترکاری، اور زیتون، اور کھجور کے درخت۔

یہ آیات ان فرشتوں کی تعریف میں ہیں جو اللہ کے احکام کو لکھتے ہیں اور ان کی صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ عزت والے اور نیک کردار ہیں۔ انسان کی ناشکری اور سرکشی پر تنبیہ کی گئی ہے۔ انسان کو اس کے تخلیق کے مراحل یاد دلاتے ہوئے اللہ کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ نطفے سے پیدا کیا گیا، اس کی زندگی کا راستہ آسان کیا گیا، پھر موت کے بعد قبر میں رکھا گیا اور قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ انسان کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنے فرائض کو بھول نہ جائے۔ اس کے کھانے کے انتظام کا ذکر کر کے اللہ کی قدرت اور رحمت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کس طرح بارش کے ذریعے زمین سے مختلف نعمتیں اگائی جاتی ہیں۔ انسان کے لیے مختلف پھلوں اور اناج کا ذکر کیا گیا ہے جیسے غلہ، انگور، زیتون، اور کھجور، تاکہ وہ اللہ کی نعمتوں کو پہچانے اور اس کا شکر گزار بنے۔

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ۔ كِرَامٍ بَرَرَةٍ

**الفاظ کی لغوی تحقیق:**

"سَفَرَةٍ" یہ لفظ "سَفَرَ" سے ماخوذ ہے جس کے معنیٰ ہیں "کشف" یا "ظاہر کرنا"۔ سَفَرَةٍ کا مطلب ہے۔

"لسان العرب" میں ابن منظور لکھتے ہیں:

"مُسْفِرَةٌ: قَالَ الْفَرَّاءُ: أَي مُشْرِقَةٌ مُضِيئَةٌ. وَقَدْ أَسْفَرَ الوَجْهُ وأَسْفَرَ الصُّبْحُ۔" [1]

ترجمہ: "مسفرہ" فراء نے کہا: یعنی روشن اور چمکدار۔ اور کہا جاتا ہے کہ چہرہ روشن ہو گیا اور صبح نمودار ہو گئی۔"

"بَرَرَةٍ" بارّ کی جمع ہے اور "برّ" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی نیک، صالح اور نیکی میں سبقت کرنے والے کے ہیں۔

"تاج العروس" میں "برّ" کا معنی یوں لکھا ہے:

"البِرُّ : اى الصِّلَةُ- قَالَ أَبو منصورٍ: البِرُّ خَيرُ الدُّنيا والآخِرةِ؛ فخَيرُ الدُّنيا مَا يُيَسِّرُه اللهُ تعالَى للعَبْدِ من الهُدَى والنِّعْمَةِ والخَيْرَاتِ، وخيرُ الآخِرَةِ الفَوْزُ بالنَّعِيم الدّائِمِ فِي الجَنَّة-"[2]

ترجمہ: "بر"یعنی صلہ۔ ابو منصور نے کہا: بر دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے؛ دنیا کی بھلائی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ بندے کے لیے ہدایت، نعمت اور بھلائیوں کی صورت میں آسان کرے، اور آخرت کی بھلائی دائمی نعمتوں کے ساتھ جنت میں کامیابی ہے۔"

## "سَفَرَةٍ" کے مصداق میں مفسرین کے اقوال:

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں "سفرة" سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بندوں تک پہنچانے والے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ "سفرة" کے مصداق میں محدثین کے مختلف اقوال نقل کر کے آخر میں علامہ ابن جریر طبریؒ کا فیصلہ کن یوں لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَمُجَاهِدٌ، وَالضَّحَّاكُ، وَابْنُ زَيْدٍ: هِيَ الْمَلَائِكَةُ. وَقَالَ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ: هُمْ أَصْحَابُ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم، وَقَالَ قَتَادَةُ: هُمُ الْقُرَّاءُ-

وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: الصَّحِيحُ أَنَّ السَّفَرَةَ الْمَلَائِكَةُ، وَالسَّفَرَةُ يَعْنِي بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ خَلْقِهِ، وَمِنْهُ يُقَالُ: السَّفِيرُ: الَّذِي يَسْعَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الصُّلْحِ وَالْخَيْرِ-"[3]

ترجمہ: "سفرہ" ابن عباس، مجاہد، ضحاک اور ابن زید نے کہا: یہ فرشتے ہیں۔ وہب بن منبہ[4] نے کہا: یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ قتادہ نے کہا: یہ قاری ہیں۔ ابن جریر نے کہا: صحیح یہ ہے کہ سفرہ فرشتے ہیں، اور سفرہ کا مطلب ہے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ۔ اسی سے سفیر کا لفظ لیا گیا ہے، یعنی وہ جو لوگوں کے درمیان صلح اور بھلائی کے لیے کوشش کرے۔"

## قرآن کا تحریف سے پاک ہونا:

قرآن کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالی سورۃ الحجر میں فرماتے ہیں:

"إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ-"[5]

ترجمہ": بیشک ہم ہی نے ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

اس آیت سے مراد ہے کہ قرآن کریم کو ہر قسم کی تحریف، کمی بیشی اور ضیاع سے محفوظ رکھا جائے گا۔ کیونکہ یہ وعدہ اللہ کا ہے جو قیامت تک برقرار رہے گا۔ قرآن کسی انسانی یا غیر انسانی کوشش تبدیل نہیں ہو سکتا۔

"تفسیر قرطبی" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"(إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ) يَعْنِي الْقُرْآنَ. (وَإِنَّا لَهُ لَحافِظُونَ) مِنْ أَنْ يُزَادَ فِيهِ أَوْ يُنْقصَ مِنْهُ. قَالَ قَتَادَةُ وَثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ: حَفِظَهُ اللَّهُ مِنْ أَنْ تَزِيدَ فِيهِ الشَّيَاطِينُ بَاطِلًا أَوْ تَنْقُصَ مِنْهُ حَقًّا، فَتَوَلَّى سُبْحَانَهُ حِفْظَهُ فَلَمْ يَزَلْ مَحْفُوظًا۔" [6]

ترجمہ: "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ"(یعنی قرآن)"وَإِنَّا لَهُ لَحافِظُونَ" (یعنی اس میں کوئی اضافہ یا کمی نہ ہو۔ قتادہ اور ثابت البنانی نے کہا: اللہ نے اسے محفوظ رکھا ہے تاکہ شیاطین اس میں باطل کا اضافہ نہ کریں اور نہ ہی حق کو کم کریں۔ اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا، چنانچہ یہ ہمیشہ محفوظ رہا۔

## دیگر کتب کی حالت:

تورات اور انجیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے:

"يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ۔" [7]

ترجمہ " :وہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ سابقہ کتب انسانی ہاتھوں سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ چنانچہ "تفسیر کبیر" میں اہلِ کتاب کی تحریف کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، چنانچہ امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"فِي كَيْفِيَّةِ التَّحْرِيفِ وُجُوهٌ: أَحَدُهَا: أَنَّهُمْ كَانُوا يُبَدِّلُونَ اللَّفْظَ بِلَفْظٍ آخَرَ مِثْلَ تَحْرِيفِهِمُ اسْمَ «رَبْعَةٍ» عَنْ مَوْضِعِهِ فِي التَّوْرَاةِ بِوَضْعِهِمْ «آدَمُ طَوِيلٌ» مَكَانَهُ، وَنَحْوَ تَحْرِيفِهِمُ «الرَّجْمَ» بِوَضْعِهِمُ «الْحَدَّ»۔

وَالثَّانِي: أَنَّ الْمُرَادَ بِالتَّحْرِيفِ: إِلْقَاءُ الشُّبَهِ الْبَاطِلَةِ، وَالتَّأْوِيلَاتِ الْفَاسِدَةِ، وَصَرْفُ اللَّفْظِ عَنْ مَعْنَاهُ الْحَقِّ إِلَى مَعْنًى بَاطِلٍ بِوُجُوهِ الْحِيَلِ اللَّفْظِيَّةِ، كَمَا يَفْعَلُهُ أَهْلُ الْبِدْعَةِ فِي زَمَانِنَا هَذَا بِالْآيَاتِ الْمُخَالِفَةِ لِمَذَاهِبِهِمْ، وَهَذَا هُوَ الْأَصَحُّ.

الثَّالِثُ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَدْخُلُونَ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَيَسْأَلُونَهُ عَنْ أَمْرٍ فَيُخْبِرُهُمْ لِيَأْخُذُوا بِهِ، فَإِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِهِ حَرَّفُوا كَلَامَهُ۔" [8]

ترجمہ: "تحریف کے بارے میں چند صورتیں ہیں:

پہلی یہ کہ وہ لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے، جیسے تورات میں لفظ "ربعۃ" کو اپنی جگہ سے بدل کر "آدم لمبا تھا" لکھ دیا، یا "رجم" کو بدل کر "حد" کر دیا۔

دوسری یہ کہ تحریف سے مراد باطل شبہات ڈالنا، غلط تاویلات کرنا، اور الفاظ کو ان کے حقیقی معنی سے ہٹا کر باطل معنی دینا ہے، جیسے ہمارے زمانے کے بدعتی لوگ ان آیات کے ساتھ کرتے ہیں جو ان کے مذہب کے خلاف ہوتی ہیں، اور یہی صحیح بات ہے۔

تیسری یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے، کسی مسئلے کے بارے میں سوال کرتے، اور جب آپ جواب دیتے تو آپ کا کلام باہر جا کر بدل دیتے۔"

اوستا، وساتیر اور وید تین اہم مذہبی کتابیں ہیں جن کے لکھنے والوں کے بارے میں مختلف نظریات ہیں:

**اوستا:**

"اوستا" زرتشتی مذہب کی مقدس کتاب ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ زرتشت )زرتھشتر( کا کلام ہے۔ اوستا کے چار حصے ہیں: یسنا، ویسپ رید، وندیداد، اور یشت۔ اس کتاب کے زیادہ تر حصے سکندر اعظم کے حملے کے دوران ضائع ہو گئے تھے، اور ساسانی دور میں اسے دوبارہ جمع کیا گیا۔

**وساتیر:**

"وساتیر" زرتشتی مذہب کی ایک اور اہم کتاب ہے، جو اوستا کے بعد لکھی گئی۔ اس کتاب کے لکھنے والے کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں، لیکن یہ زرتشتی مذہب کے پیروکاروں کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔

**وید:**

"وید" ہندو مذہب کی قدیم ترین مذہبی کتابیں ہیں، جن میں رگ وید، سام وید، یجور وید، اور اتھر وید شامل ہیں۔ رگ وید کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ مختلف رشیوں )شعرا( نے لکھا، جن میں گوتم، وِیامترا، وامادیو، اتری، بھاردواج، اور وِسِشتھ شامل ہیں۔ یہ کتابیں تقریباً 1500 قبل مسیح سے 500 قبل مسیح کے درمیان لکھی گئیں۔

قُتِلَ الْإِنسَانُ مَا أَكْفَرَهُ

**"الإنسان" میں وارد تفسیری اقوال:**

مفسر مولانا عبد الحقؒ نے "تفسیر حقانی" میں "الانسان" کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

"بعض مفسرین کہتے ہیں کہ انسان سے مراد خاص اشخاص ہیں۔ پھر بعض کہتے ہیں کہ عموماً کفار مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں ان میں سے خاص عقبہ بن ابی لہب مرد ہے جو ڑا متکبر تھا اور گویا ی آیت خاص اس کے لیے ہے مگر اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ کسی کی خصوصیت نہیں جو کوئی دولت مند متکبر ہو۔"

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہاں "الإنسان" سے کافر مراد ہے، جو اللہ کی واضح نشانیوں کے باوجود اس کا انکار کرتا ہے۔

بعض مفسرین کے نزدیک "الانسان" سے مراد عتبہ بن ابو لہب [9] ہے۔ جیسا کہ "تفسیر ثعالبی" میں لکھا ہے:

"وقوله تعالى: قُتِلَ الْإِنْسانُ مَا أَكْفَرَهُ: دعاء على اسْمِ الجنسِ، وهو عُمُومٌ يرادُ به الإنسانُ الكافِرُ، ومعنى قُتِلَ: أي: هو أهلٌ أنْ يُدْعَى عليْه بهذا۔

وقوله تعالى: مَا أَكْفَرَهُ يحتملُ معنى التعجبِ، ويحتملُ الاستفهامَ توبيخاً، وقيلَ: الآيةُ نَزَلَتْ في عُتْبَةَ بنِ أبي لهبٍ، وذلك أنَّه غَاضَبَ أبَاه فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فأسْلَم ثم إن أباه اسْتَصْلَحَه وأعطَاه مالاً وجهَّزَه إلى الشامِ، فبعث عتبةُ إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقال: إنّي كافرٌ بربِّ النَّجْمِ إذَا هوى فدعا عليه النبي صلى الله عليه وسلم وقال: «اللهمَّ ابْعَثْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ حَتَّى يَأْكُلَهُ» ، ثم إن عُتْبَةَ خَرَجَ في سُفْرَةٍ/ فجاءَ الأَسَدُ فأكلَه من بينْ الرُّفْقَةِ۔" [10]

ترجمہ:

"اور اللہ تعالیٰ کے فرمان "قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ" مارا گیا انسان، کتنا ناشکرا ہے (میں انسان کی نوع پر لعنت کی گئی ہے، اور یہاں مراد کافر انسان ہے۔

"قُتِلَ" کا مطلب ہے: وہ مستحق ہے کہ اس پر لعنت کی جائے۔

"مَا أَكْفَرَهُ" کے دو معنی ہو سکتے ہیں: تعجب کہ وہ کتنا ناشکرا ہے۔ توبیخ کے لیے سوال کہ کس چیز نے اسے ناشکرا بنایا۔

یہ آیت عتبہ بن ابی لہب کے بارے میں نازل ہوئی، جو اپنے والد سے ناراض ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا، لیکن والد نے اسے مال دے کر اور سامانِ سفر دے کر منالیا۔ پھر عتبہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ "میں اس خدا کو نہیں مانتا جو زوال پذیر ستارے کا رب ہو۔" اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی" : یا اللہ، اس پر اپنا کتا بھیج جو اسے کھا جائے۔" پھر وہ سفر پر گیا اور راستے میں شیر نے آکر اسے قافلے سے الگ کر کے کھالیا۔

علامہ ابن کثیرؒ اس آیت میں "الانسان" سے عام انسان مراد لیا ہے، چنانچہ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"لُعِنَ الْإِنْسَانُ. وَكَذَا قَالَ أَبُو مَالِكٍ. وَهَذَا لِجِنْسِ الْإِنْسَانِ الْمُكَذِّبِ؛ لِكَثْرَةِ تَكْذِيبِهِ بِلَا مُسْتَنَدٍ، بَلْ بِمُجَرَّدِ الِاسْتِبْعَادِ وَعَدَمِ الْعِلْمِ۔" [11]

ترجمہ: "مارا گیا انسان۔" یہی ابو مالک کا قول ہے، اور یہاں انسان کی نوع مراد ہے، خاص طور پر وہ انسان جو جھٹلانے والا ہو، کیونکہ وہ بغیر کسی دلیل کے محض شک اور جہالت کی بنیاد پر جھٹلاتا ہے۔"

## "ما أكفره" میں تعجب کا صیغہ:

"ما أكفره" میں اللہ تعالیٰ انسان کی ناشکری پر تعجب کا اظہار فرما رہے ہیں۔ یہ تعجب اصل میں ملامت اور مذمت کے لیے ہے۔ انسان کو اللہ نے بے شمار نعمتیں عطا کیں، لیکن وہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے بجائے انکار کرتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جریرؒ اپنی تفسیر میں اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وفي قوله: (أَكْفَرَهُ) وجهان: أحدهما: التعجب من كفره مع إحسان الله إليه، وأياديه عنده. والآخر: ما الذي أكفره، أي: أيّ شيء أكفره۔" [12]

ترجمہ: "مَا أَكْفَرَهُ" کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: اللہ کی نعمتوں اور احسانات کے باوجود انسان کے کفر پر تعجب۔ یہ سوال کہ کس چیز نے اسے کافر بنایا؟"

مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ۔ مِنْ نُطْفَةٍ

### سوالیہ انداز کا مقصد:

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی قدرت اور انسان کی کمزوری کو نمایاں کرنے کے لیے سوالیہ انداز میں بیان کی گئی ہے۔ نطفہ (یعنی ایک حقیر سی بوند) سے ایک مکمل اور عقل و شعور رکھنے والا انسان پیدا کرنا، اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے باوجود متکبر انسان اپنی کمزوری کو بھول کر جھگڑالو اور سرکش بن جاتا ہے۔ سوالیہ انداز متکبرین کو اپنے آغاز کی یاد دہانی کرانے اور اسے غور و فکر کی دعوت دینے کے لیے استعمال ہوا ہے، تاکہ وہ اپنی کرتوتوں سے باز آئیں۔

"تفسیر منیر" میں علامہ زحیلی[13] ؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"أي من أي شيء مهين حقير، خلق الله هذا الكافر بربّه؟ فلا ينبغي له التكبر عن الطاعة، إنه تعالى خلقه من ماء مهين، وقدّره أطوارا وأحوالا، وسوّاه وهيّأه لمصالح نفسه، وأتمّ خلقه وأكمله بأعضائه الملائمة لحاجاته مدة حياته، وزوّده بطاقات العقل والفكر والفهم، والقوى والحواس للاستفادة من نعم الله تعالى، فلا يستعملها فيما يغضب الله، وإنما عليه استعمالها في رضوان الله۔" [14]

ترجمہ: "یہ سوال کہ انسان کو کس حقیر اور معمولی چیز سے پیدا کیا گیا؟ اللہ نے اس کافر کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اسے مختلف مراحل میں گزارا، اس کے جسم کو مکمل کیا، اور زندگی کے تقاضوں کے مطابق اسے تیار کیا۔ اللہ نے اسے عقل، فکر، سمجھ، طاقتوں اور حواس سے نوازا تاکہ وہ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائے۔ پس اسے چاہیے کہ ان نعمتوں کو اللہ کی رضا میں استعمال کرے، نہ کہ اس کی ناراضگی میں۔"

## "نطفۃ" کی تفسیر اور انسان کی ابتدائی تخلیق:

"نطفة" سے مراد وہ مائع ہے جو مرد اور عورت کی تخلیق کا بنیادی جزو ہے۔ قرآن میں نطفہ کا ذکر کثرت سے آیا ہے تاکہ انسان اپنی تخلیق کے آغاز پر غور کرے اور اللہ کی قدرت کو تسلیم کرے۔ چنانچہ امام رازیؒ "نطفہ" کی تعریف کرتے ہوئے اپنی تفسیر "تفسیر کبیر میں یوں لکھتے ہیں:

"وَلَا شَكَّ أَنَّ النُّطْفَةَ شَيْءٌ حَقِيرٌ مَهِينٌ/ وَالْغَرَضُ مِنْهُ أَنَّ مَنْ كَانَ أَصْلُهُ [مِنْ] مِثْلِ هَذَا الشَّيْءِ الْحَقِيرِ، فَالتَّكَبُّرُ وَالتَّجَبُّرُ لَا يَكُونُ لَائِقًا بِهِ۔" [15]

ترجمہ: "اس میں کوئی شک نہیں کہ نطفہ ایک حقیر اور بے وقعت چیز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس کا آغاز ایسی حقیر چیز سے ہوا ہو، اس کے لیے غرور و تکبر مناسب نہیں۔"

خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ

## انسان کی تخلیق کے مراحل:

نطفہ (sperm) باپ کے جسم میں پیدا ہوتا ہے۔ طبی طور پر یہ عمل کچھ یوں ہوتا ہے کہ مرد کے خصیوں (testes) میں سپرم پیدا ہوتے ہیں۔ یہ سپرم سیمینل ویسیکلز اور پروسٹیٹ غدود کے ذریعے ایک خاص سیال (semen) میں شامل ہو جاتے ہیں جو انہیں عورت کے رحم تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔ مباشرت کے دوران، مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں داخل ہوتا ہے اور وہاں انڈے (ovum) سے مل کر نیا انسان تخلیق پاتا ہے۔

قرآن مجید میں نطفہ کے ذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"فَلْيَنظُرِ ٱلْإِنسَـٰنُ مِمَّ خُلِقَ، خُلِقَ مِن مَّآءٍ دَافِقٍ، يَخْرُجُ مِنۢ بَيْنِ ٱلصُّلْبِ وَٱلتَّرَآئِبِ" [16]

ترجمہ: "انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے، جو پشت اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔"

اس آیت میں "صلب" سے مراد مرد کی پشت اور "ترائب" سے مراد عورت کی سینے کی ہڈیاں ہیں، جو انسانی پیدائش کے بنیادی مراحل کو ظاہر کرتی ہیں۔

## انسان کی پیدائش سے پہلے چار چیزوں کا لکھنا:

انسان کو پیدا کرنے سے پہلے اس کے بارے میں چار چیزیں فرشتے لکھ لیتے ہیں، جن کا ذکر صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نُطْفَةً، ثُمَّ يَكُونُ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يَكُونُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ إِلَيْهِ الْمَلَكُ، فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهِ، وَأَجَلِهِ، وَعَمَلِهِ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ۔" [17]

ترجمہ " : تم میں سے ہر ایک کی تخلیق اس کی ماں کے رحم میں چالیس دن تک نطفہ کے طور پر ہوتی ہے، پھر وہ اتنے ہی دن علقہ (جمے ہوئے خون) کی صورت اختیار کرتا ہے، پھر اتنے ہی دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتے ہیں، جو اس میں روح پھونک دیتا ہے اور چار باتیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے: اس کا رزق، اس کی عمر، اس کا عمل، اور یہ کہ وہ بدبخت ہو گا یا خوش بخت۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو بہترین انداز میں کیا اور اس کے اعضاء کو مناسب جگہوں پر رکھا :"لَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ فِىٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ۔" [18]

ترجمہ :"ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا۔"

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جسمانی ساخت اور اخلاقی خوبیوں کے لحاظ سے بہترین حالت میں پیدا کیا، اور اس کے اعضاء کو ایسی ترتیب دی جو اس کے فائدے کے لئے سب سے زیادہ مناسب ہو۔ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ

## "سبیل" کے مصداق میں مفسرین کے اقوال:

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں "سبیل" سے مراد وہ راستہ ہے جو ماں کے رحم سے بچے کی ولادت کے وقت آسان کیا گیا۔ جبکہ بعض مفسرین نے اس سے مراد ہدایت کا راستہ مراد لیا ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسیؒ "روح المعانی" میں "سبیل" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أي ثم سهل مخرجه من البطن كما جاء في رواية عن ابن عباس بأن فتح فم الرحم ومدد الأعصاب في طريقه ونكس رأسه لأسفل بعد أن كان في جهة العلو۔ وقال مجاهد والحسن وعطاء هو سبيل الهدى والضلال أي سهل له الطريق الذي يريد سلوكه من طريق الخير والهدى وطريق الشر والضلال بأن أقدره عز وجل على كل ومكنه منه والإقدار على المراد نعمة ظاهرة بقطع النظر عن خيريته وشريته فلا يرد عليه أنه كيف يعد تسهيل طريق الشر والضلال من النعم وقل إنه عد منها لأنه لو لم يكن مسهلا كسبيل الخير لم يستحق المدح والثواب بالإعراض عنه وتركه مبني على القول بأن ترك المحرم كالزنا مع عدم القدرة عليه۔" [19]

ترجمہ: "پھر اللہ نے اس کے بطن (ماں کے پیٹ) سے باہر آنے کا راستہ آسان کر دیا، جیسا کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رحم کا منہ کھولا گیا، اس کے راستے کے پٹھے نرم کیے گئے، اور بچے کا سر نیچے کی طرف جھکایا گیا، جو پہلے اوپر کی جانب تھا۔ مجاہد، حسن اور عطاء نے کہا کہ اس سے مراد ہدایت اور گمراہی کے راستے ہیں، یعنی اللہ نے اسے وہ

راستہ چننے کی آزادی دی جسے وہ اختیار کرنا چاہے، خواہ نیکی کا راستہ ہو یا بدی کا۔ اللہ نے اسے ہر کام کرنے کی قدرت دی اور یہی قدرت ایک بڑی نعمت ہے، چاہے وہ اچھائی کے لیے ہو یا برائی کے لیے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ گمراہی کا راستہ آسان کرنا نعمت کیسے ہے، کیونکہ اگر بدی کا راستہ بھی مشکل ہوتا تو انسان اچھائی کا انتخاب کر کے اس کا اجر اور تعریف کا مستحق نہ ہوتا۔"

## نیکی اور بدی کے راستے:

نیک بخت کے لیے نیکی آسان ہے۔ جیسے نماز پڑھنا، صدقہ دینا، اور اخلاق اچھے رکھنا، نیک بخت کے لیے آسان بنائے گئے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ اللیل میں فرماتا ہے:

فَأَمَّا مَن أَعطَىٰ وَٱتَّقَىٰ . وَصَدَّقَ بِٱلحُسنَىٰ . فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِليُسرَىٰ .

"پس جس نے دیا اور تقویٰ اختیار کیا، اور اچھی بات کو سچ جانا، ہم اس کے لیے آسانی کا راستہ آسان کر دیں گے۔"

اور بد بخت کے لیے برائی آسان ہے۔ جیسے جھوٹ بولنا، ظلم کرنا، اور فسق و فجور میں ملوث ہونا، بد بخت کے لیے آسان بنائے گئے ہیں۔

جیسا کہ سورۃ اللیل کی اگلی آیت میں فرمایا:

وَأَمَّا مَنۢ بَخِلَ وَٱستَغنَىٰ . وَكَذَّبَ بِٱلحُسنَىٰ . فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلعُسرَىٰ

"اور جس نے بخل کیا اور بے نیاز رہا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، ہم اس کے لیے سختی کا راستہ آسان کر دیں گے۔"

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے زندگی کے ہر مرحلے کو آسان بنایا، چاہے وہ تخلیق ہو، پیدائش ہو، یا خیر و شر کے راستوں کا تعین ہو۔

ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ۔ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ

## پیدائش اور موت کا اختیار اللہ سے ہے:

مولانا عبدالحقؒ اس بات کی تفسیر کرتے ہوئے "تفسیر حقانی" میں فرماتے ہیں:

"پھر اس انسان کو موت دی۔ جیسا پیدا ہونا بے اختیاری تھا ویسا ہی مرنا بھی بے اختیاری ہے۔ لاکھ تدبیر کرے کہ نہ مرے یا ضعف و مرض وغیرہ اسباب کو آنے نہ دے یا آئے ہوؤں کو دفع کر دے ہر گز نہیں کر سکتا۔ دنیا میں بڑے بڑے حکیم و دانش مند آئے، کلیں ایجاد کیں کہربائی قوتیں دریافت کیں۔ بڑے بڑے علوم ایجاد کئے مگر موت دفع نہ کر سکے۔"

اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ انسان کا پیدا ہونا اور مرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے تحت ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اس بات کا ذکر کیا ہے کہ زندگی اور موت کا فیصلہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ پیدائش کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللَّهُ يَخْلُقُكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ۔"[20]

ترجمہ: "اللہ تمہیں پیدا کرتا ہے، پھر تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے کچھ کو انتہائی کمزور عمر تک پہنچاتا ہے تاکہ علم کے بعد کچھ نہ جانے۔ بیشک اللہ جاننے والا، قدرت والا ہے۔"

جب کسی انسان کے موت کا مقررہ وقت آپہنچتا ہے تو بڑے بڑے حکیم بھی موت سے نہیں بچاسکتے۔ چنانچہ قرآن کریم میں موت کے فرار کی ناممکنات کا ذکر کیا گیا ہے:

"أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ۔"[21]

ترجمہ: "تم جہاں بھی ہو، موت تمہیں آپکڑے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو۔"

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ موت اللہ کی مقرر کردہ تقدیر ہے۔ نہ کوئی طبیب، نہ کوئی حکیم اور نہ ہی کوئی قلعہ بند جگہ انسان کو موت سے بچاسکتی ہے۔

## موت مؤمن کے لئے تحفہ:

مومن اس دنیا میں آزمائشوں اور مشکلات کا سامنا کرتا ہے اور آخرت میں اللہ کی رحمت اور جنت کی نعمتوں کا امیدوار ہوتا ہے۔ موت اسے ان مشکلات سے آزاد کرکے اللہ کی رحمت اور دائمی سکون کی طرف لے جاتی ہے، اسی لیے موت کو مومن کے لیے "تحفہ" کہا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے: "تحفة المؤمن الموت"[22] اس حدیث کا مطلب ہے کہ موت مومن کے لیے ایک انعام یا تحفہ ہے۔ اس مختصر حدیث کو رسول اکرم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ مومن کے لیے موت دنیاوی تکالیف، مصائب، اور آزمائشوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔

## قبر اور برزخ کی زندگی:

"قبر شرع میں عالمِ برزخی کا نام ہے، خواہ کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے یا اس کی لاش ہوا میں لٹکتی رہے۔ بہر حال اس کو قبر میں جانا ہوتا ہے۔ وہاں اس کو ثواب و عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ اس میں اس طرف

بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد قبر میں رکھتا ہے۔ تناسخ کے طور یا اور کسی طرح سے پھر کر اس جہان میں نہیں آتا، جیسا کہ ماں کے پیٹ سے نکل کر بار دگر اس میں نہیں جاتا۔"

## قبر کی تعریف:

قبر عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے "دفن کی جگہ"۔ شریعت میں قبر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کسی میت کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مخصوص گڑھا ہوتا ہے جس میں میت کو اسلامی طریقے کے مطابق رکھا جاتا ہے۔"المعجم الوسیط" میں قبر کا معنی اور تعریف یوں کی گئی ہے:

"قبر: الْمَيِّت قبرا دَفنه۔ (الْقَبْر) الْمَكَان يدْفن فِيهِ الْمَيِّت۔" [23]

ترجمہ: "قبر: مردے کو دفنانا۔ قبر وہ جگہ ہے جہاں مردے کو دفن کیا جاتا ہے۔"

## قبر کی ابتدا کیسے ہوئی؟

قرآن مجید میں سورۃ المائدہ کی آیت 31 میں ذکر ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا، اور پھر اس کو دفن کرنے کا طریقہ ایک کوے سے سیکھا:

فَبَعَثَ ٱللَّهُ غُرَابًا يَبۡحَثُ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُرِيَهُۥ كَيۡفَ يُوَٰرِي سَوۡءَةَ أَخِيهِۚ قَالَ يَٰوَيۡلَتَىٰٓ أَعَجَزۡتُ أَنۡ أَكُونَ مِثۡلَ هَٰذَا ٱلۡغُرَابِ فَأُوَٰرِيَ سَوۡءَةَ أَخِي فَأَصۡبَحَ مِنَ ٱلنَّٰدِمِينَ ۔"[24]

ترجمہ: "پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا، جو زمین کھود رہا تھا، تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ اس نے کہا، افسوس مجھ پر! کیا میں اس کوّے کی طرح بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا؟ تب وہ شرمندہ ہوا۔"

یہ واقعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کو دفن کرنے کا علم ابتدا میں اللہ نے سکھایا اور یہ عمل انسانیت کے آغاز سے ہی جاری رہا۔

## غیر مسلموں کے دفن کا طریقہ کار:

مولانا عبد الحقؒ غیر مسلموں کے دفن کے بارے میں تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پارسی یعنی مجوسی تو اب تک اپنے مردوں کی لاش کو اسی جاہلانہ دستور کے موافق یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرتے ہیں کہ ان لاشوں کے لئے ایک مکان بنا رکھتے ہیں۔ کنوئیں کی طرح کا اور اس میں ایک دروازہ ہوتا ہے اور لاش کو دھر کر وہاں چلے آتے ہیں۔ گدھ اور چیل کوے اس کو کھاتے ہیں اور اس مکان کو یہ وخمہ کہتے ہیں اور اکثر ہنود آگ میں جلا دیتے ہیں۔ باقی اور تمام اقوام مسلمان عیسائی، یہودی اور دیگر اقوام خاک میں دباتے ہیں۔"

مجوسی (یعنی زرتشتی)، یہودی، عیسائی اور ہندو مختلف عقائد اور ثقافتی روایات کے مطابق اپنے مرنے والوں کی آخری رسومات انجام دیتے ہیں۔ ان کی رسومات مذہبی عقائد، تاریخی عوامل اور معاشرتی روایات پر مبنی ہیں۔ ذیل میں ان کی رسومات کا مختصر جائزہ حوالوں کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے:

### 1۔ مجوسی:

مجوسی زرتشت مذہب کے پیروکار ہیں۔ ان کے عقائد کے مطابق، جسم موت کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے اور اسے زمین، پانی یا آگ کو آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے وہ مردوں کی تدفین کے بجائے خاص طریقہ اختیار کرتے ہیں:

مردے کو "ٹاور آف سائلنس (Dakhma) " میں رکھا جاتا ہے، جہاں لاش قدرتی طور پر گِدھوں یا دیگر پرندوں کے ذریعے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ عمل زرتشتی عقیدے کے مطابق "زمین اور آگ کو پاک رکھنے" کے لیے کیا جاتا ہے۔[25]

### 2۔ یہودی:

یہودی مذہب میں تدفین کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ ان کے عقائد کے مطابق مردے کی لاش کو جلد از جلد دفن کرنا ضروری ہے، عام طور پر 24 گھنٹوں کے اندر۔ مردے کو سادہ کفن میں لپیٹ کر بغیر تابوت کے زمین میں دفن کیا جاتا ہے (اگر قانون اجازت دے)۔ تدفین کے وقت "کدیش (Kaddish) " دعا پڑھی جاتی ہے، جو مرنے والے کی روح کے لیے مخصوص دعا ہے۔ یہودی عقائد میں موت کے بعد جسمانی عزت اور جلد تدفین پر زور دیا جاتا ہے۔[26]

### 3۔ عیسائی:

عیسائیوں کے ہاں میت کے ساتھ جو رسومات ادا کی جاتی ہیں، وہ مختلف مسیحی فرقوں اور ثقافتوں کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہیں۔ تاہم، عمومی طور پر عیسائی میت کے ساتھ درج ذیل طریقہ کار اپنایا جاتا ہے:

میت کو صاف کیا جاتا ہے اور احترام کے ساتھ کفن یا اچھے لباس میں لپیٹا جاتا ہے۔ یہ عمل عموماً جنازے کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جنازے کی رسومات زیادہ تر گرجاگھروں میں ادا کی جاتی ہیں۔ اس دوران درج ذیل کام شامل ہوتے ہیں:

دعا کی جاتی ہے کہ اللہ مرنے والے کی روح کو معاف کرے اور اسے سکون دے۔ عہدِ جدید میں 1 تسلونیکیوں 4:13–18 میں قیامت اور ابدی زندگی پر زور دیتے ہیں۔ مرنے والے کی زندگی کو یاد کیا جاتا ہے، اور اہل خانہ یا دوست اظہارِ خیال کرتے ہیں۔[27]

مسیحی روایت کے مطابق دونوں طریقے استعمال کیے جاسکتے ہیں:

عیسائی روایتی طور پر میت کو زمین میں دفناتے ہیں، کیونکہ یہ عمل یسوع مسیح کے دفن ہونے کی پیروی سمجھا جاتا ہے۔

"زمین سے تُو پیدا ہوا اور زمین میں ہی واپس جائے گا۔"[28]

آج کل کئی عیسائی میت کو جلانے (cremation) کو بھی قبول کرتے ہیں، خاص طور پر مغربی دنیا میں۔ تاہم، کچھ فرقے جلانے کو پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ جسمانی قیامت کے تصور سے متصادم سمجھتے ہیں۔ دفن کے بعد، قبر پر مختصر دعائیں کی جاتی ہیں، جن میں خدا سے مرحوم کے لیے سکون کی دعا کی جاتی ہے۔ کچھ مسیحی فرقے مرنے والے کی یاد میں بعد از جنازہ دعائیہ اجتماعات کرتے ہیں، جیسے کیتھولک چرچ میں "مسیحی یادگاری عبادت Mass) " for the Dead)۔

**4۔ ہندو:**

ہندو دھرم میں موت اور آخری رسومات کو روحانی سفر کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ ہندو عقیدے کے مطابق، روح امر ہے اور جسم موت کے بعد اس کا برتن نہیں رہتا۔

ہندو عام طور پر مردوں کو جلانے (Cremation) کو ترجیح دیتے ہیں۔ مردے کو گنگا ندی یا کسی پاکیزہ مقام پر لے جا کر چِتا (پائر) پر جلایا جاتا ہے۔ راکھ کو گنگا یا دیگر مقدس پانیوں میں بہا دیا جاتا ہے تاکہ روح کو مکتی (نجات) حاصل ہو۔[29]

## مردے کو دفنانا بہتر ہے:

اسلامی تعلیمات کے مطابق، مرنے والے کو دفنانا سنت ہے اور قرآن و حدیث میں دفنانے کے عمل کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ اسلام میں مردے کو جلانا سختی سے منع ہے کیونکہ یہ انسانی جسم کی بے حرمتی کے مترادف ہے، جو کہ اسلام کے اصولوں کے خلاف ہے۔

قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل کے واقعے کا ذکر ہے، جہاں اللہ تعالی نے ایک کوا بھیجا تاکہ وہ قابیل کو مردے کو دفنانے کا طریقہ سکھائے۔ نبی کریم ﷺ نے دفنانے کو ہمیشہ ترجیح دی۔

## میت کو دفن کرنے کے فوائد:

1۔ دفنانا ماحولیاتی اعتبار سے زیادہ محفوظ ہے کیونکہ یہ زمین میں قدرتی طور پر تحلیل ہونے کے عمل کو آسان بناتا ہے اور ماحولیاتی آلودگی پیدا نہیں کرتا۔

2۔ جلانے کی صورت میں زہریلی گیسیں پیدا ہوتی ہیں، جو انسانی صحت کے لیے مضر ہیں۔ دفنانا ان تمام نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔

3۔ دفنانا انسانی جسم کی عزت و حرمت کو قائم رکھتا ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ضروری ہے۔

4۔ دفنانا زمین میں انسان کے واپس جانے کے عمل کو مکمل کرتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

مِنۡهَا خَلَقۡنَٰكُمۡ وَفِيهَا نُعِيدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرَىٰ [30]

"ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، اور اسی میں واپس لوٹائیں گے، اور دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔"

## انسان کو روزِ قیامت دوبارہ زندہ کرنے کی وجہ:

مردے کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کے بارے میں علماء نے قرآن و سنت کی روشنی میں مختلف وجوہات بیان کی ہیں۔ ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تاکہ ہر ایک کے اعمال کا حساب لیا جا سکے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَنَضَعُ ٱلۡمَوَٰزِينَ ٱلۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ ٱلۡقِيَٰمَةِ فَلَا تُظۡلَمُ نَفۡسٞ شَيۡـٔٗاۖ وَإِن كَانَ مِثۡقَالَ حَبَّةٖ مِّنۡ خَرۡدَلٍ أَتَيۡنَا بِهَاۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ " [31]

ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن تولنے کے لئے ترازو قائم کریں گے، پھر کسی پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر) کسی کا عمل (رائی کے دانے کے برابر بھی ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے۔ اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔"

قیامت کے دن زندہ کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ نیک اعمال کرنے والوں کو انعام دیا جائے اور گناہ گاروں کو ان کے اعمال کی سزا دی جائے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ فرماتا ہے:

"أَيَحۡسَبُ ٱلۡإِنسَٰنُ أَن يُتۡرَكَ سُدًى " [32]

ترجمہ: "کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

"فَوَفَّىٰهُ حِسَابَهُۥۗ وَٱللَّهُ سَرِيعُ ٱلۡحِسَابِ " [33]

ترجمہ: "تاکہ اللہ ہر نفس کو اس کے کمائے ہوئے اعمال کا بدلہ دے۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔"

مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ انسان اللہ کی عظمت اور طاقت کو پہچانے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

"أَوَلَمۡ يَرَوۡاْ أَنَّ ٱللَّهَ ٱلَّذِي خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ وَلَمۡ يَعۡيَ بِخَلۡقِهِنَّ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحۡـِۧيَ ٱلۡمَوۡتَىٰۚ بَلَىٰٓۚ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِير" (سورة الأحقاف: 33)

ترجمہ: "کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟"

انسان کو دنیا میں عبث (بے مقصد) نہیں پیدا کیا گیا، بلکہ ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کیا گیا ہے، اور اس کا حساب دینا ضروری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

"أَفَحَسِبتُم أَنَّمَا خَلَقنَٰكُم عَبَثًا وَأَنَّكُم إِلَينَا لَا تُرجَعُونَ " 34

ترجمہ: "کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤگے؟"

دنیا میں کئی لوگ ظلم کرتے ہیں اور انصاف نہیں ملتا۔ قیامت کے دن ہر مظلوم کو انصاف فراہم کیا جائے گا اور ظالم کو اس کے ظلم کی سزا دی جائے گی۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: «مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ ثَمَّ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لِأَخِيهِ مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَخِيهِ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ۔" 35

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو تو اسے چاہیے کہ اس سے (اس دنیا میں) معاف کرا لے۔ اس لئے کہ آخرت میں روپے پیسے نہیں ہوں گے۔ اسے پہلے (معاف کرا لے) کہ اس کے بھائی کے لئے اس کی نیکیوں میں سے حق دلایا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس (مظلوم) بھائی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔"

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ

## آیت کی جامع تفسیر:

اس آیت میں کافر کو اس کے تکبر اور کفر سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان لانے کا حکم دیا تھا، لیکن اس نے ابھی تک اس حکم کو پورا نہیں کیا۔

بعض مفسرین کے مطابق اس آیت میں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ کافر انسان نے ابھی تک ایمان قبول نہیں کیا، جو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

امام طبری اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں انسان کی غفلت کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو احکام دیتا ہے، لیکن انسان اپنی خواہشات میں الجھ کر ان احکامات کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ آیت اس بات پر زور دیتی ہے کہ انسان کو اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔

چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں "تفسیر بسیط" میں علامہ واحدیؒ لکھتے ہیں:

"أي: ما عهد إليه من الميثاق الأول في التوحيد، وهو قول عطاء، عن ابن عباس ومقاتل ـ وقال الكلبي: ليس أحد قضى ما أمره الله به . وعلى هذا هو على العموم؛ لأنه لم يقض أحد من الخلق كل ما أمر به ـ"

ترجمہ: "جو عہد اللہ نے پہلے میثاق میں توحید کے بارے میں لیا تھا، یہ قول عطا کا ہے جو ابن عباس اور مقاتل سے منقول ہے۔ اور کلبی کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اللہ کے تمام احکام پورے کیے ہوں۔ اس بنیاد پر یہ عام بات ہے، کیونکہ کسی بھی مخلوق نے وہ سب کچھ مکمل طور پر نہیں کیا جو اللہ نے حکم دیا تھا۔" فَلْيَنْظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ

## آیت کی کی وضاحت:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرت اور نعمتوں پر غور کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس سے پہلے کی آیات میں اللہ نے انسان کے اندرونی جسم کے دلائل پیش کیے، جیسے تخلیق، عقل اور سماعت و بصارت۔ اب اس آیت میں بیرونی دلائل کا ذکر ہے، جن میں "طعام" (غذا) کو نمایاں کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں:

"لَمَّا ذَكَرَ جَلَّ ثَنَاؤُهُ ابْتِدَاءَ خَلْقِ الْإِنْسَانِ ذَكَرَ مَا يَسَّرَ مِنْ رِزْقِهِ، أَيْ فَلْيَنْظُرْ كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ طَعَامَهُ. وَهَذَا النَّظَرُ نَظَرُ الْقَلْبِ بِالْفِكْرِ، أَيْ لِيَتَدَبَّرْ كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ طَعَامَهُ الَّذِي هُوَ قِوَامُ حَيَاتِهِ، وَكَيْفَ هَيَّأَ لَهُ أَسْبَابَ الْمَعَاشِ، لِيَسْتَعِدَّ بِهَا لِلْمَعَادِ. وَرُوِيَ عَنِ الْحَسَنِ وَمُجَاهِدٍ قَالَا: فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسانُ إِلى طَعامِهِ أَيْ إِلَى مَدْخَلِهِ وَمَخْرَجِهِ۔" [36]

ترجمہ: "جب اللہ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا تو اس کے رزق کی آسانی کا بھی ذکر کیا۔ یعنی، انسان کو چاہیے کہ وہ غور کرے کہ اللہ نے اس کے کھانے کو کیسے پیدا کیا۔ یہ غور دل کی فکر کے ذریعے ہوتا ہے، یعنی تدبر کرے کہ اللہ نے اس کے کھانے کو کیسے پیدا کیا، جو اس کی زندگی کی بقا کا سبب ہے، اور معاش کے ذرائع کو کیسے مہیا کیا تاکہ وہ ان کے ذریعے آخرت کی تیاری کرے۔ حسن اور مجاہد سے روایت ہے کہ انسان کو اپنے کھانے کے مدخل اور مخرج (یعنی کہاں سے آتا اور کہاں جاتا ہے) پر غور کرنا چاہیے۔ "أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا

## "صبا" اور "شققنا" کی لغوی تحقیق:

لفظ "صبا" عربی زبان میں مصدر "صبّ" سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے "کسی چیز کو بہانا، انڈیلنا یا کثرت سے جاری کرنا"۔ یہ لفظ عام طور پر اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز کو بغیر رکاوٹ اور مسلسل بہایا جائے۔ "المعجم الوسیط" میں "صب" کا معنی یوں لکھا ہے: "صب: انحدر وَالْمَاء انسكب وَالْمَاء۔" [37]

ترجمہ: "صب: آدمی وادی میں اترا اور پانی بہہ نکلا اور بہتا رہا۔"

قرآن میں "صبًا" کی ترکیب کثرت اور شدت کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ زور دے کر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو بہت زیادہ مقدار میں نازل کیا۔

لفظ "شققنا" عربی زبان سے ماخوذ ہے جو "شَقَّ" سے مشتق ہے، اس کا مطلب ہے "چیرنا" یا "پھاڑنا"۔ اس کا مطلب کسی سخت چیز کو توڑ کر یا اس میں دراڑ ڈال کر راستہ بنانا ہے۔ قرآن مجید میں "ثم شققنا" کا استعمال زمین کے پھٹنے اور فصل اگنے کے تناظر میں ہوا ہے۔ "لسان العرب" میں اس کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

"الشَّقُّ: الصَّدْع الْبَائِنُ۔"[38] ترجمہ: "شق: واضح دراڑ۔"

## بارش کا نازل ہونا اللہ کی رحمت ہے:

یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے زمین پر بارش نازل کرتا ہے۔ بارش اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے، جو زمین کو زرخیز بناتی ہے، نباتات کی نشوونما کرتی ہے اور زندگی کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ زحیلیؒ اپنی تفسیر "تفسیر منیر" میں لکھتے ہیں:

"أننا أنزلنا الماء من السماء أو سحاب على الأرض بغزارة وكثرة، فصب الماء هو المطر، ثم أسكناه في الأرض، ثم روينا البذر المودع فيها، ثم شققناها بالنبات الخارج منها، فارتفع وظهر على وجهها، فكان هناك أنواع مختلفة من النباتات في الصغر والكبر، والهيئة والشكل، واللون والطعم، والأغراض المتنوعة كالغذاء والدواء والمرعى۔"[39]

ترجمہ: "ہم نے آسمان سے یا بادلوں سے زمین پر کثرت سے پانی برسایا، جو بارش ہے۔ پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا، پھر اس پانی کے ذریعے زمین میں موجود بیج کو سیراب کیا، اور زمین کو پھاڑ کر اس سے پودے اگائے، جو زمین کی سطح پر ظاہر ہوئے۔ پھر ان میں مختلف اقسام کے پودے پیدا ہوئے، جو شکل، رنگ، ذائقے اور مقاصد میں ایک دوسرے سے مختلف تھے، جیسے غذا، دوا اور جانوروں کے چارے کے لیے۔"

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا۔ وَعِنَبًا وَقَضْبًا

## "حب" اور "قضبا" کی لغوی تحقیق:

"حب" یہ لفظ عربی زبان کے مادہ "ح ب ب" سے ماخوذ ہے، جس کا بنیادی مطلب ہے دانہ یا بیج۔ یہ ان اجناس کے لیے استعمال ہوتا ہے جو زمین میں اگتی ہیں اور خوراک کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جیسے گندم، جو، چاول، مکئی وغیرہ۔ چنانچہ "مقاییس اللغۃ" میں "حب" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الْحَبُّ، مَعْرُوفٌ مِنَ الْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ۔ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ: كُلُّ شَيْءٍ لَهُ حَبٌّ فَاسْمُ الْحَبِّ مِنْهُ الْحِبَّةُ. فَأَمَّا الْحِنْطَةُ وَالشَّعِيرُ فَحَبٌّ لَا غَيْرَ۔" [40]

ترجمہ: "حب: گندم اور جو جیسے دانے کو کہتے ہیں۔ بعض علما کے نزدیک ہر وہ چیز جس میں دانہ ہو، اسے حب کہا جاتا ہے، لیکن گندم اور جو تو وہ "حب" ہیں اور کچھ نہیں۔"

"قضب" یہ لفظ "ق ض ب" کے مادہ سے نکلا ہے، جس کا مطلب کاٹنا یا تراشنا ہے۔

اس کا مطلب ہے وہ چارہ یا سبزہ جو کاٹ کر مویشیوں کے لیے بطور غذا استعمال ہوتا ہے۔ "قضب" خاص طور پر نرم اور سبز چارے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ "الصحاح تاج اللغہ" میں "قضب" کا معنی یوں بیان کیا ہے:

"قضبت عقالها واقتضبته: اقتطعته من الشئ۔ والقَضْبُ: الرَطْبَةُ، وهي الموضع الذي تَنبت فيه: مَقْضَبَةٌ۔" [41]

ترجمہ: "قضب: کسی چیز کا ٹکڑا کاٹنا یا کاٹ لینا۔ قضب کا مطلب نرم چارہ ہے، اور وہ جگہ جہاں یہ اگتا ہے اسے مقضبہ کہتے ہیں۔"

## تفسیر:

یہاں "حب" کا مطلب ہے غلہ یا اناج، جیسے گندم، جو، چاول اور دیگر اجناس جو انسانی زندگی کے لیے بنیادی غذا ہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کو یاد دلاتے ہیں کہ یہ اناج، جو اس کی بقا کے لیے انتہائی اہم ہے، زمین سے خود بخود نہیں اگتا بلکہ اللہ کی قدرت کا نتیجہ ہے۔ انگور کو خاص طور پر ذکر کرنے کی وجہ اس کا ذائقہ، غذائیت اور کثرت سے پیدا ہونے کی نعمت ہے۔ انگور کئی شکلوں میں استعمال ہوتا ہے: پھل، جوس، خشک میوہ) کشمش (وغیرہ۔ یہ نہ صرف خوش ذائقہ ہے بلکہ جسم کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔ "قضب" سے مراد وہ سبزیاں اور چارہ ہیں جو انسان اور مویشی دونوں کے لیے غذائی اہمیت رکھتے ہیں۔ مفسرین کے مطابق، قضب میں ہر قسم کی سبزیاں شامل ہیں، جیسے پالک، ساگ، اور دیگر نرم و نازک پودے جو فوری استعمال کے لیے کاٹے جاتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فَالْحَبُّ: كُلُّ مَا يُذْكَرُ مِنَ الْحُبُوبِ، وَالْعِنَبُ مَعْرُوفٌ وَالْقَضْبُ هُوَ: الْفَصْفَصَةُ الَّتِي تَأْكُلُهَا الدَّوَابُّ رَطْبَةٌ. وَيُقَالُ لَهَا: القَتّ أَيْضًا قَالَ ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَقَتَادَةُ، وَالضَّحَّاكُ. وَالسُّدِّيُّ. وَقَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ: الْقَضْبُ الْعَلَفُ۔" [42]

ترجمہ: "حب: ہر قسم کے اناج کو کہتے ہیں، اور انگور معروف ہیں۔ قضب سے مراد وہ نرم چارہ ہے جو جانور تازہ کھاتے ہیں، اور اسے قت بھی کہا جاتا ہے۔ ابن عباس، قتادہ، ضحاک، اور السدی نے یہی کہا ہے۔ حسن بصری کے نزدیک قضب سے مراد چارہ ہے۔"

**خلاصہ تفسیر:**

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اور نعمتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور پھر اسے بہترین ساخت عطا کی گئی۔ اللہ نے اس کے لئے زمین میں کھانے کے انتظامات کیے، بارش نازل کی، فصلیں، پھل اور جانور پیدا کیے، تاکہ انسان ان سے فائدہ اٹھائے اور اپنے خالق کی نعمتوں کا شکر ادا کرے۔

## حواشی

[1](لسان العرب، 369:4)

[2](تاج العروس، 151:10)

[3](تفسیر ابن کثیر، 321:8/ تفسیر طبری، 221:24)

[4]**وہب بن منبہ (المتوفی:732):**

وہب بن منبہ تابعی اور مشہور مؤرخ تھے۔ آپ کا تعلق یمن سے تھا۔ آپ نے اسلامی تاریخ، اسرائیلیات، اور اخلاقیات پر کثیر معلومات فراہم کیں۔ آپ کی وفات 114ھ میں ہوئی۔ (ابن حجر، "الاصابہ فی تمیز الصحابہ")

[5](سورۃ الحجر: 9)

[6](تفسیر قرطبی، 5:10)

[7](سورۃ النساء: 46)

[8](تفسیر کبیر، 93:10)

[9]**عتبہ بن ابو لہب:**

عتبہ بن ابو لہب، ابو لہب کے بیٹے تھے، جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی۔ بعد میں بعض روایات کے مطابق اسلام قبول کیا۔ ان کی تاریخ وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 4)

[10](تفسیر ثعالبی، 553:5)

[11](تفسیر ابن کثیر،322:8)

[12](تفسیر طبری،222:24)

[13] **علامہ وہبۃ الزحیلی:**

وہبۃ الزحیلی(1932–2015)ایک ممتاز شامی اسلامی اسکالر اور مفسر تھے۔ وہ فقہ اور اصول فقہ کے ماہر تھے اور ان کی مشہور تصنیف "الفقہ الاسلامی وادلتہ" اور "تفسیر منیر" ہیں۔(الفقه الإسلامي وأدلته، جلد 1، مقدمہ)

[14](تفسیر منیر،67:30)

[15](تفسیر کبیر،57:31)

[16](سورۃ الطارق:5۔7)

[17]( صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، حدیث:3208)

[18](سورۃ التین:4)

[19](روح المعانی،246:15)

[20](سورۃ النحل:70)

[21](سورۃ النساء:78)

[22](المعجم الکبیر، حدیث:13420)

[23](المعجم الوسیط،710:2)

[24](سورۃ المائدۃ:31)

[25] (Mary Boyce, "Zoroastrians: Their Religious Beliefs and Practices" (1979)

[26] (Rabbi Maurice Lamm, "The Jewish Way in Death and Mourning" (1969)

[27](عہدِ جدید میں 1 تسلونیکیوں،4:13–18)

[28](انجیل، پیدائش،3:19)

[29] Gavin Flood, "The Hindu Practice of Cremation," in "The Blackwell Companion to Hinduism" (2003)

[30](سورہ طہٰ:55)

[31](سورۃ الأنبیاء:47)

[32](سورۃ القیامۃ:36)

[33](سورۃ النور:39)

[34](سورۃ المؤمنون:115)

[35](صحیح بخاری،کتاب الرقاق، بَابُ الْقِصَاصِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، حدیث:6534)

[36](تفسیر قرطبی،19:220)

[37](المعجم الوسیط،1:505)

[38](لسان العرب،10:181)

[39](تفسیر منیر،30:71)

[40](مقاییس اللغہ،2:26)

[41](الصحاح تاج اللغہ،1:203)

[42](تفسیر ابن کثیر،8:324)

## References

(Lisan al-‘Arab, 4: 369)
(Taj al-‘Urus, 10: 151)
(Tafsir Ibn Kathir, 8: 321 / Tafsir Tabari, 24: 221)
**Wahb ibn Munabbih (al-Mutawaffi: 732):**
Wahb ibn Munabbih was a Tabi‘i and a famous historian. He was from Yemen. He provided extensive knowledge on Islamic history, Isra’iliyat, and ethics. He passed away in 114 AH. (Ibn Hajar, “Al-Isabah fi Tamyiz al-Sahabah”)
(Surah Al-Hijr: 9)
(Tafsir Qurtubi, 10: 5)
(Surah An-Nisa: 46)
(Tafsir Kabir, 10: 93)
**Utbah ibn Abu Lahab:**
Utbah ibn Abu Lahab was the son of Abu Lahab, who opposed the Prophet ﷺ during the early period of Islam. According to some narrations, he later accepted Islam. There is disagreement about the year of his death. (Asad al-Ghabah fi Ma‘rifat al-Sahabah, 4)
(Tafsir Tha‘labi, 5: 553)
(Tafsir Ibn Kathir, 8: 322)
(Tafsir Tabari, 24: 222)
**Allama Wahbah al-Zuhayli:**
Wahbah al-Zuhayli (1932–2015) was a prominent Syrian Islamic scholar and mufassir. He was an expert in fiqh and usul al-fiqh. His famous works include *Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuh* and *Tafsir Munir*. (Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuh, Vol. 1, Muqaddimah)
(Tafsir Munir, 30: 67)
(Tafsir Kabir, 31: 57)
(Surah At-Tariq: 5–7)
(Sahih Bukhari, Kitab Bada’ al-Khalq, Bab Dhikr al-Mala’ikah, Hadith: 3208)
(Surah At-Tin: 4)

(Ruh al-Ma‘ani, 15: 246)
(Surah An-Nahl: 70)
(Surah An-Nisa: 78)
(Al-Mu‘jam al-Kabir, Hadith: 13420)
(Al-Mu‘jam al-Wasit, 2: 710)
(Surah Al-Ma’idah: 31)
(Mary Boyce, "Zoroastrians: Their Religious Beliefs and Practices" (1979
(Rabbi Maurice Lamm, "The Jewish Way in Death and Mourning" (1969)
(Ehd-e-Jadeed mein 1 Thessalonians, 4:13-18)
(Injeel, Paidaish, 19:3)
Gavin Flood, "The Hindu Practice of Cremation," in "The Blackwell Companion to Hinduism" (2003)
(Surah Taha: 55)
(Surah Al-Anbiya: 47)
(Surah Al-Qiyamah: 36)
(Surah An-Nur: 39)
(Surah Al-Mu’minun: 115)
(Sahih Bukhari, Kitab al-Riqaq, Bab al-Qisas Yawm al-Qiyamah, Hadith: 6534)
(Tafsir Qurtubi, 19: 220)
(Al-Mu‘jam al-Wasit, 1: 505)
(Lisan al-‘Arab, 10: 181)
(Tafsir Munir, 30: 71)
(Maqayis al-Lughah, 2: 26)
(Al-Sihah Taj al-Lughah, 1: 203)
(Tafsir Ibn Kathir, 8: 324)